

# THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں معجزات اور جدید عقلی اشکالات کا جائزہ

## *An Academic Analysis of Miracles in the Life of Prophet Muhammad and Their Appraisal Amid Modern Rational Discourse*

**Dr Sadia Begum**

Visiting Assistant Professor Department of Seerah & Islamic History, Faculty of  
Usuluddin, International Islamic University Islamabad

[sadia.begum.vt8442@iiu.edu.pk](mailto:sadia.begum.vt8442@iiu.edu.pk)

**Dr Saeed Abdullah**

PhD Islamic Studies, National University Of Modern Languages (NUML)

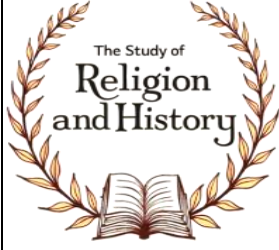
[saeedabdullahsahibzada@gmail.com](mailto:saeedabdullahsahibzada@gmail.com)

### **Abstract**

*This research paper addresses the rational objections raised against the concept of miracles in religious and philosophical discourse, along with an examination of the ideas and theories put forward by modernist thinkers. The concept of miracles has been central to religious beliefs across various traditions, particularly within Islam, where they are seen as extraordinary events performed by divine intervention to support the truth of a prophet or a religious message. However, in modern times many thinkers, especially from the modernist and rationalist schools have raised questions regarding the plausibility of miracles. These objections typically challenge the supernatural nature of miracles, arguing that such events are inconsistent with the laws of nature as understood by contemporary science. Critics often suggest that miracles, as supernatural occurrences, contradict the empirical and rational basis of knowledge and human experience. The research paper also explores the views of modernists, who attempt to reinterpret or even reject the traditional understanding of miracles. Some modernist scholars argue for a symbolic or allegorical interpretation of miraculous events, while others advocate for a more rationalistic approach seeking to reconcile religious beliefs with modern scientific understanding. These perspectives often reflect a broader trend of rethinking religious concepts in light of modernity, skepticism, and the scientific worldview. The analysis concludes by considering the broader implications of these discussions on the relationship between religion, reason, and modernity. The debate over miracles remains a significant point of contention in contemporary theology and philosophy, influencing both religious practice and intellectual discourse.*

**Keywords:** Seerah, miracles, modernist thinkers, arguments, answers.

تعارف: انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات سے انکار کارجان قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے اور عصر حاضر تک جاری ہے، تاہم اس انکار کی نوعیت اور اسباب ہر دور میں یکساں نہیں رہے۔ ابتدائی ادوار میں معجزات کا انکار کرنے والے عموماً کفار تھے، لیکن ان کا انکار اس بنیاد پر نہیں تھا کہ معجزات قدرتی قوانین کے خلاف ہیں یا ناممکن الوقوع ہیں، بلکہ وہ خوارق عادت امور کے قائل تھے۔ چنانچہ وہ نہ صرف معجزات کے امکان کو تسلیم کرتے تھے بلکہ خود انبیاء سے معجزات کا مطالبہ بھی کرتے تھے۔ تاہم جب کسی نبی کو معجزہ عطا کیا جاتا تو وہ اسے جادو قرار دے کر اس کی تاویل کر دیتے اور یوں نبوت و



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

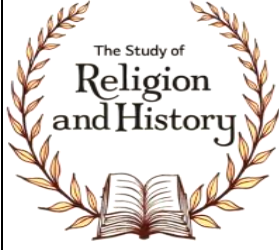
ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

رسالت کا انکار جاری رکھتے۔ اس طرز عمل سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا اصل مسئلہ معجزے کا امکان نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کی دعوتِ حق سے عناد اور مخالفت تھا۔ اس کے برعکس عصر حاضر میں معجزات کے انکار کی بنیاد ایک مختلف فکری پس منظر رکھتی ہے۔ آج بعض ایسے افراد اور طبقات بھی موجود ہیں جو خود کو مسلمان کہتے ہیں، لیکن معجزات کو اس دلیل کی بنیاد پر رد کرتے ہیں کہ وہ عمومی قوانین فطرت کے خلاف ہیں، لہذا ان کا وقوع ممکن نہیں۔ اس نقطہ نظر کے مطابق معجزات کا اقرار محض عجوبہ پرستی یا غیر سائنسی طرز فکر کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ معجزات کا انکار دراصل قدرتِ الہی کے انکار کے مترادف ہے، جو اسلامی عقیدہ کے منافی اور گمراہی پر مبنی ہے۔ اس لیے خواہ معجزات کا انکار نبی کی مخالفت کی بنیاد پر ہو، یا قوانین فطرت کے نام پر، یا عصمتِ انبیاء کے تحفظ کے نام پر۔ ہر صورت میں یہ موقف درست نہیں۔ مزید برآں، عقل پرستی اور وحی کے مقابلے میں عقل کی بالادستی کا رجحان بھی تاریخ اسلام میں مختلف ادوار میں ظاہر ہوا۔ اس کا آغاز دوسری صدی ہجری میں اس وقت ہوا جب یونانی اور ہندوستانی فلسفے اسلامی فکر پر اثر انداز ہونے لگے۔ اس فکری یلغار نے ایک طرف رہبانیت جیسے رجحانات کو فروغ دیا اور دوسری طرف جہمیہ اور معتزلہ جیسے عقلیت پسند مکاتب فکر کو جنم دیا، جنہوں نے عقل کو وحی پر ترجیح دینے کی کوشش کی۔ یونانی فلسفے میں افلاطون اور ارسطو کو اس رجحان کے نمایاں نمائندوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ تاہم عقل پرستی کا دوسرا بڑا دور تیرہویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) میں شروع ہوا، جس کے حالات پہلے دور سے بالکل مختلف تھے۔ ابتدائی دور میں مسلمان سیاسی و عسکری لحاظ سے غالب تھے، اس لیے بیرونی فلسفوں کا اثر محدود رہا۔ لیکن بعد کے دور میں مسلمان سیاسی، معاشی اور تعلیمی اعتبار سے زوال کا شکار ہو چکے تھے، اور ان پر مغربی اقوام کا تسلط قائم ہو چکا تھا۔ اس کے نتیجے میں مغربی فلسفہ اور سائنسی نظریات نے مسلمانوں کو شدید طور پر متاثر کیا، اور ایک ایسا طبقہ پیدا ہوا جو عقلیت پسندی کے زیر اثر معجزات اور دیگر ماورائے عقل امور کو نئی تعبیرات کے ساتھ پیش کرنے لگا۔ اسی پس منظر میں بعض معاصر مفکرین، جیسے غلام احمد پرویز، عبداللہ چکڑالوی، اسلم جے راج پوری، عنایت اللہ اثری اور جاوید احمد غامدی نے معجزات کے بارے میں مخصوص عقلی و فکری اشکالات پیش کیے ہیں۔ زیر نظر تحقیق میں ان افکار و نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا، اور سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں معجزات کی حقیقت، اہمیت اور ان پر وارد ہونے والے جدید عقلی اعتراضات کا علمی و متوازن تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

غلام احمد پرویز اور معجزات نبوی:

مختصر حالات زندگی:

غلام احمد پرویز ہندوستان کے مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور میں 9 جولائی 1903ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد چودھری فضل دین ناخواندہ جبکہ دادا مولوی چوہدری رحیم بخش حنفی مسلک کے عالم تھے۔ اور تصوف کے سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر طبیب تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے دادا سے حاصل کی اور ان ہی کی زیر تربیت رہتے۔ دادا صوفی منش بزرگ ہونے کے باعث ہندوستانی باشندہ ہونے کی وجہ سے یوگیوں اور سنیاہوں سے بھی رفاقت رکھتے تھے جو کہ ہندو مذہب کے پیشوا تھے۔ چونکہ ان لوگوں اور صوفیاء کا مشرب قریب قریب ہے۔ وہ لوگ بھی فلسفہ



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

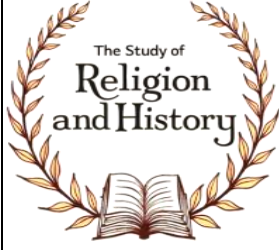
ذات کے قائل تھے۔ اسلئے ان کے دادا جان ان کو طرح طرح کے علوم سے ابتداء آشنا کروا چاہتے تھے۔ چنانچہ ابتداء سے ہی غلام احمد پر ویز تصوف سے منسلک ہو گئے لیکن بعد میں انہوں نے اس راستے کو خیر آباد کہہ دیا۔ کیونکہ ان کے ہاں تصوف کوئی اچھی چیز نہ تھا بلکہ وہ اسے دین کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس کے بعد ان کو قرآن کریم سے شغف پیدا ہوا اور آپ تفسیری اشارات میں منہمک ہو گئے اور مطالعہ قرآن شروع کیا اور اسکی گہرائیوں سے اترنے کی کوششیں کیں۔ چنانچہ نئی ایجاد کردہ راہیں ان پر کھلنے لگیں اور ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ قرآن کے احکام اور احادیث کی روایات ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ چونکہ آپ اپنی لاعلمی اور قرآن و حدیث کے اصولوں سے نابلد ہونے کے باعث تطبیق کے ضابطے سے ناواقف تھے چنانچہ اسی چیز نے آپ کے ذہن کو ایک عجیب و غریب دھارے میں بہا دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ غلام احمد پر ویز یوں احادیث نبویہ سے برگشتہ ہو گئے جو بعد میں انکار حدیث کا باعث بنا اور مطلقاً آپ علم حدیث سے انکار کر گئے اور تفسیر کو احادیث کی روایات سے ہٹ کر لکھا۔ چنانچہ اس دوران جن روایات کو انھوں نے اپنے مقصد کے مطابق پایا ان کو نقل کیا اور جن کو اپنے ذہن کے خلاف پایا تو بغیر تحقیق کے یوں احادیث کے ایک بہت بڑے ذخیرے سے انکار کر گئے۔

آپ ہوم ڈیپارٹمنٹ میں سیکشن آفیسر تھے مگر جلد ہی اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ملازمت سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لیکر 1956ء میں کراچی منتقل ہو گئے اور وہاں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جو زندگی کے آخر تک جاری رہا اور یوں اکتوبر 1984 میں آپ علالت کے باعث صاحب فرماش ہوئے اور 23 فروری 1985 کو انتقال کر گئے۔

غلام احمد پر ویز نے اپنے نظریات کے فروغ کے لیے تقریباً پچاس سے زائد کتب تصنیف کی جس میں انھوں نے ہر دینی موضوع پر قلم اٹھا کر ایک نئی فکر و سوچ پیش کرنے کی کوشش کی۔ آپ کی تمام کتب آپ کے ہم خیال ادارے "طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور" سے شائع ہوئیں۔

**غلام احمد پر ویز کا معجزات کے حوالے سے موقف:**

اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام کو وقتاً فوقتاً معجزات عطا فرمائے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں صراحتاً موجود ہے مگر غلام احمد پر ویز ان تمام معجزات کی نفی کرتے ہیں اور قرآن کریم کے ہر اس مقام کو جو معجزے سے متعلق ہو ایسا مفہوم دینے کی کوشش کرتے ہیں جس سے وہ عقلی دائرہ کار میں آجائے اور اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے پہلے سے ہی اس بات کا تعین کر رکھا ہے کہ کوئی بھی قرآنی مقام یا آیت خلاف عقل نہ ہو۔ چنانچہ ان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بنا کر اسے قوانین کا تابع بنا دیا ہے اور ہر کام مقررہ قوانین کے مطابق ہی ہوتا ہے اور اس سلسلے میں کائنات بشمول جملہ انسانی امور اللہ تعالیٰ بذات خود بھی دخل اندازی نہیں کرتے اور یہاں پہنچ کر وہ خود بھی ضابطے اور قانون کے پابند ہیں اس لیے تمام وہ قرآنی واقعات جہاں باری تعالیٰ انسانی امور میں دخل ہیں یا ایسے تمام کام جو قاعدے اور قانون سے ہٹ کر ہوئے ہیں وہاں غلام احمد پر ویز نے آیات قرآنی سے معافی اور مفاہیم کو بدل کر رکھ دیا ہے اور اس بابت عربی کے جملہ قواعد و ضوابط، ترجمہ و تفسیر، صرف و لُحُو اور عربی محاورات وغیرہ کو وہ بالائے طاق



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔<sup>1</sup>

چنانچہ معجزات کے حوالے سے غلام احمد پرویز کہتے ہیں کہ مشرکین بارہا آنحضرتؐ سے معجزات کا تقاضہ کرتے تھے جس کے جواب یہ آنحضرتؐ نے جو فرمایا اسکے حوالے سے قرآنی آیت اور اس کا مفہوم غلام احمد پرویز کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

”مخالفین کہتے کہ اگر آپ خدا کی طرف سے رسول ہیں تو کوئی معجزہ دکھائیے، اسکے بغیر ہم کیسے مان لیں کہ آپ مامور من اللہ ہیں“

{وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ قُلْ لِيَ اللَّهُ بَعْضُ الْمَعْرِفَةِ مِنَ اللَّهِ بِمَا أَتَىٰ مِنَ الْكُفْرِ} <sup>2</sup>

”یہ انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ اس شخص پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی اترتی؟ اے رسول ﷺ! ان سے کہہ دو کہ عجیب، غریب نشانیاں (معجزات) دکھا کر حقیقت کو تسلیم کروانے کا سوال ہی نہیں، اسلئے خدائی قانون یہ ہے کہ جو شخص عقل و بصیرت سے کام نہیں لیتا، اسے صحیح راستہ نہیں دکھائی دیتا، جو علم و بصیرت کی رو سے اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے، اسکے سامنے نکھر کر آجاتا ہے“

جبکہ سورہ بنی اسرائیل میں ان مطالبات کی توضیح ان الفاظ میں آئی ہے:

{وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَنْزِلَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ مَائِدَةٌ تَبُوعًا۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مَرْسُولًا} <sup>3</sup>

جس کا مفہوم غلام احمد پرویز یوں بیان کرتے ہیں:

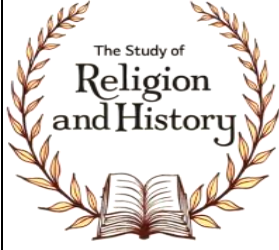
”اور یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک تجھے ماننے والے نہیں جب تک کہ تو اس قسم کی باتیں کر کے نہ دکھادے، مثلاً ایسا ہو کہ تو حکم کرے اور زمین سے ایک چشمہ پھوٹ نکلے، ایسا تیرے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے درمیان بہت سی نہریں رواں کر کے دکھادے، یا جیسا کہ تو کہتا ہے کہ ہم پر تباہی آئے گی تو اسکے لیے آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہم پر آگرے، یا اللہ اور اسکے فرشتے ہمارے سامنے آکھڑے ہوں۔ یا ہم دیکھیں کہ سونے کا ایک محل تیرے لیے مہیا ہو گیا ہے۔ ایسا ہو کہ تو ہم آسمان پر چڑھ جائے۔ اور اگر تو آسمان پر چڑھ بھی گیا تو ہم یہ بات ماننے والے نہیں جب تک تو ایک (لکھی لکھائی) کتاب ہم پر نہ اتار لائے، اور ہم خود اسے پڑھ کر جانچ نہ لیں۔ (اے رسول ﷺ) ان سے کہہ دے سبحان اللہ! (میں نے کچھ خدائی کا دعویٰ تو نہیں کیا) میں اسکے سوا کیا ہوں کہ ایک انسان ہوں جو تم تک حق کی بات پہنچاتا ہوں)“ <sup>4</sup>

<sup>1</sup> حیدر علی، فکر پرویز اور قرآن، ص، ۷۲، مکتبہ دارالسلام لاہور، ۲۰۱۷

<sup>2</sup> الرعد: ۲

<sup>3</sup> بنی اسرائیل: ۹۳، ۹۰

<sup>4</sup> پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۲۳، ۲۲۴، طلوع اسلام، ٹرسٹ، لاہور، 2002



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

چنانچہ غلام احمد پر ویز کا موقف ان آیات کی روشنی میں یہ ہے کہ قرآن کریم میں اس طرح کی متعدد آیات ہیں جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ لوگ بار بار معجزات طلب کرتے تھے اور اللہ کی جانب سے ہر مرتبہ اس کاشدت سے انکار ہوتا تھا۔ وہ فرید کہتے ہیں کہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے علم و حقائق عطا کیے جانے کے لیے (وحی کا) فوق الفطرت انداز اختیار کیا گیا تو پھر اس وحی کو تسلیم کروانے کے لیے کوئی خارق عادت عجوبہ کیوں نہ دکھا دیا گیا۔ بالخصوص جب مخالفین کی جانب سے اسکا بارہا تقاضا کیا جا رہا تھا۔ لہذا یہ سوال جہاں غور طلب ہے وہاں اس کا جواب حقیقت کشا ہے۔<sup>5</sup> وہ فرید کہتے ہیں کہ انسانیت کی راہنمائی کے لیے وحی کا طریقہ اس وجہ سے اختیار کیا گیا ہے کہ ابدی حقائق اور مستقل اقدار کا تخلیق یا دریافت کر لینا عقل انسانی کے بس کی بات نہیں تھی بلکہ پر اسکے دائرہ کار سے باہر کی چیز ہے۔ ان حقائق کو رسول پر منکشف کر کے ان سے کہہ دیا کہ ان کو لوگوں کے سامنے پیش کر دو اور ان سے کہہ دو کہ تم عقل و فکر کی رو سے ان پر متوجہ ہو جاؤ اسکے بعد اگر تم اس نتیجہ پر پہنچو کہ یہ واقعتاً صداقت پر مبنی ہیں تو انہیں بطیب خاطر اپنی زندگی کا ضابطہ بنا لو۔<sup>6</sup> مندرجہ بالا تفضل سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔

اولاً یہ کہ حضور سے معجزات کا تقاضہ کیا گیا اور جو اباشدت سے اسکا انکار ہوتا رہا۔

ثانیاً: انسانی عقل و فکر کو متاثر اور اسکی قوت ارادی کو سلب کر کے کسی بات کا منوانا جبر و اکراہ میں شامل ہے لہذا معجزے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو آپ سے جب معجزات کا مطالبہ کیا جاتا رہا تو آپ نے کبھی انکار نہیں فرمایا ہے۔ اور نہ ہی آپ نے یہ فرمایا کہ یہ طریقہ کا راللہ تعالیٰ کے ہاں روا نہیں رکھا گیا۔ یا اللہ تعالیٰ معجزے نہیں دیتا بلکہ آپ کا ہمیشہ جواب یہی ہوتا کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار میں ہے چنانچہ اس حوالے سے قرآنی آیت ملاحظہ ہو:

{وَقَالُوا لَوْلَا آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنزِلَ آيَةً وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ} <sup>7</sup>

(اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ ان کے رب کی طرف سے آپ فرمادیجئے کہ بے شک اللہ

تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ معجزہ نازل فرمائے لیکن ان میں سے اکثر بے خبر ہیں)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ قَطُلْنَا لَمَّا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَالْمُظْهِرُ لَآيَاتِنَا مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ} <sup>8</sup>

(اور پر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا؟ پس آپ فرمادیجئے کہ غیب کی خبر صرف اللہ کو ہے پس تم

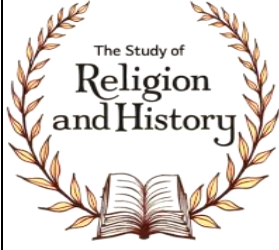
بھی منتظر رہو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں)

<sup>5</sup> پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۲۲۳

<sup>6</sup> پرویز، غلام احمد معراج انسانیت، ص ۲۲۵

<sup>7</sup> الانعام: ۳۷

<sup>8</sup> یونس: ۲۰



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

مذکورہ بالا اور ان کے علاوہ متعدد آیات میں تو معجزے کے اثبات کا تذکرہ ملتا ہے مگر انکار نہیں وگرنہ کتنا آسان تھا کہ آپؐ کہہ دیتے کہ اللہ کریم تو کسی کے ذہن کو متاثرہ ماؤف کر کے بات نہیں منواتے۔ لہذا آپؐ لوگ معجزے کا تقاضہ مت کریں بلکہ ان آیات میں یہی کہا گیا ہے کہ معجزہ خالص اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے جیسا کہ انبیائے سابقہ کے معاملے میں ہو اور اللہ تعالیٰ اس بات کی قدرت رکھتا ہے۔

دوسری بات کہ معجزے کے ذریعے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اپنی بات زبردستی منوانا چاہتے ہیں تو یہ بھی غلط قیاس ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ویسے بھی فرما چکے ہیں کہ اگر وہ چاہتے تو تمام انسانوں کو ہدایت دے دیتے۔ اسکے ساتھ ساتھ انبیاء کرام نے اس سے قبل جتنے بھی معجزات دکھائے تو وہ معجزہ دیکھنے والے سب لوگوں نے قبول نہیں کیئے بلکہ بعض نے قبول اور بعض نے جھٹلایا اور معجزے کو جادو تک بھی قرار دیا۔ لہذا معجزے سے مقصود اگر قوت ارادی کو سلب کر کے ذہن کو متاثر کر کے اختیار و ارادہ کو عاجز کر کے اپنی بات منوانا ہو تا تو فرعون بھی ایمان لے آتا۔ اسی طرح امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ نے حضورؐ کو بہت سے حسی معجزات عطا فرمائے تھے جن میں معراج جسمانی اور شق قمر وغیرہ معجزات قرآن کریم میں مذکور ہیں اور آپؐ کے دیگر ظاہری اور حسن معجزات کا تذکرہ احادیث و سیرت کی کتاب میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے حسی معجزات کا قدر مشترک حد تو اتر کو پہنچا ہوا ہے۔ اور جس کا انکار صرف بصیرت، روحانیت سے محروم اور عاری شخص ہی کر سکتا ہے۔ لیکن غلام احمد پرویز اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

(جناب رسول اکرمؐ کو قرآن کریم کے سوا (جو عقلی معجزہ ہے) کوئی اور معجزہ نہیں)<sup>9</sup>

اسی طرح ایک اور مقام پر اپنی ایک کتاب میں یوں رقم طراز ہیں:

(آنحضرتؐ کے زمانہ میں انسانی عقل و فکر اپنی پختگی کو پہنچ چکی تھی۔ لہذا آپؐ کو کوئی حسی معجزہ نہیں دیا گیا۔ قرآن کریم سے

حضورؐ کا کوئی حسی معجزہ ثابت نہیں ہوتا)<sup>10</sup>

اسی طرح آنحضرتؐ کی معراج کا مطلب بیان کرتے ہوئے غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

(معراج النبیؐ کا مطلب ہجرت مدینہ اور مسجد اقصیٰ سے مراد مسجد نبویؐ ہے)<sup>11</sup>

چنانچہ غلام احمد پرویز مسجد اقصیٰ سے مسجد نبویؐ مراد لیتے ہیں۔ اور یہاں ضمنیہ بات ملاحظہ ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسجد اقصیٰ سے کیا مراد لیتا ہے۔

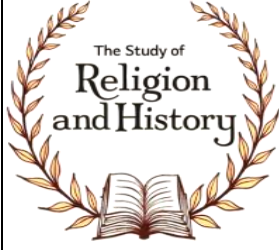
(مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) سے مراد مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے۔ معراج

میں آنحضرتؐ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر فرما ہوئے تھے لہذا وہ مسجد اقصیٰ یہی ہے جو قادیان میں مشرقی جانب میں

<sup>9</sup> پرویز، غلام احمد، معارف القرآن، ۳/۳۱، طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، 2000

<sup>10</sup> پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۰۳

<sup>11</sup> ایضاً، ۳/۳۶



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

واقع ہے) 12

اسی طرح غلام احمد پرویز اپنی کتاب میں حضورؐ کی معراج جسمانی کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:  
(اگر آج کوئی سائنسی ایجاد اس امر کا امکان پیدا کر دے کہ کوئی شخص روشنی کی رفتار سے مرتج یا چاند کے کروں تک پہنچ جائے تو پھر چند ثانیوں میں وہ واپس بھی آجائے تو پھر بھی میں حضورؐ کے معراج جسمانی کو قبول نہیں کروں گا) 13  
یہاں بھی ضمنی بات ملاحظہ ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی آنحضرتؐ کے معراج جسمانی سے انکار کیا ہے اور اس کے ہاں معراج سے مراد اعلیٰ درجے کا کشف ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے:

(اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر چلا جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرتؐ کا معراج اس جسم خاکی کے ساتھ کیونکر جائز ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجے کا کشف

تھا) 14

مذکورہ عبارت میں لفظ کثیف پر غور کریں کہ مرزا قادیانی نے آنحضرتؐ کے جسم اطہر کے لیے کتنی بیباکی سے استعمال کیا اور پھر اس جسارت میں آپؐ کی معراج کے واقع کو اعلیٰ درجے کے کشف تک پہنچا دیا اور پھر جب اسے یاد آیا کہ اس اعلیٰ درجے سے کشف سے میں خود کو کیوں محروم رکھوں تو مذکورہ عبارت میں آگے چل کر آنحضرتؐ سے ہمسری کا دعویٰ کر کے اس کمی کو پورا کیا اور مزید لکھا کہ:

(یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے، جو درحقیقت بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ واجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں

میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے) 15

مرزا غلام احمد قادیانی مزید کہتا ہے کہ:

(یہاں پر اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ متفقہ طور پر اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرہ زمہیر تک بھی پہنچ سکے، بلکہ طبعی علوم کے جدید تحقیقات یہ ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہو ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جسمیں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ لہذا اس جسم خاکی کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب

تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے) 16

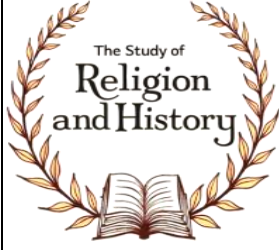
12 قادیانی غلام احمد، اخبار الفضل، ۱۱ ستمبر ۱۹۳۲، قادیان

13 پرویز، غلام احمد، معارف القرآن، ۲/۲۴۱

14 قادیانی، غلام احمد، مرزا، ازالہ اوہام، ۳/۲۰

15 ایضاً، ۳/۲۱

16 ایضاً، ۳/۲۱



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

جبکہ غلام احمد پرویز ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

(سورۃ بنی اسرائیل کی آیت اسرائیٰ میں کہا گیا ہے یا ہے کہ خدا اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی جانب لے گیا تاکہ وہاں اسے اپنی آیات دکھائے۔ خیال ہے کہ اگر یہ واقعہ خواب کا نہیں تو یہ حضورؐ کی شب ہجرت کا بیان ہے۔ اسی طرح مسجد نبویؐ سے مراد مدینہ کی مسجد نبویؐ ہوگی جسے آپ نے وہاں جا کر تعمیر فرمایا) <sup>17</sup>

چنانچہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ معلوم ہوا کہ غلام احمد پرویز نے واقعہ اسراء (معراج) اور واقعہ ہجرت کو ایک ہی واقعہ قرار دیا ہے جو کہ بوجہ غلط ہے۔

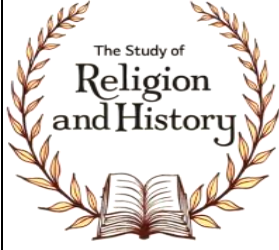
1. سورہ اسراء بلحاظ ترتیب نزولی ۵۰ نمبر پر ہے اسکے بعد مکہ میں مزید ۳۶ سورتیں نازل ہوئیں اور اس کے بعد ہجرت کا وقت آیا تھا۔
  2. واقعہ اسراء تو واقعی ایک رات کا واقعہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے مگر ہجرت میں ۱۵ دن اور ۱۵ راتوں کا دورانہ لگا تھا لہذا اس پر لیلۃ یعنی ایک رات یا راتوں رات کا اطلاق کرنا درست نہیں۔
  3. مسجد اقصیٰ اسم معرفہ اور ایک معروف مسجد کا نام ہے جو دور بنی اسرائیل سے لیکر آج تک موجود اور اسی نام سے متعارف ہے۔ لہذا مسجد اقصیٰ کا مفہوم اور دور دراز کا مقام بیان کرنا اور عرضی معانی چھوڑ کر لغوی معنی بیان کرنا سراسر لغو اور بے بنیاد ہے۔
- اسی طرح معجزات میں سے ایک اہم معجزہ جناب رسول اللہؐ کا معجزہ شق القمر ہے جو کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ اسکے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{فَتَقَرَّبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ - وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيُقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَوٍ...} <sup>18</sup>

(قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ یہ اگر کوئی معجزہ دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ زور دار چلتا ہوا جادو ہے۔ انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے۔ یقیناً ان کے پاس وہ خبریں آچکی جنہیں ڈانٹ ڈیٹ کی نصیحت ہے اور مکمل عقل کی بات ہے۔ لیکن ان ڈراؤنی باتوں نے بھی کوئی فائدہ نہ دیا۔ پس آپ ان سے اعراض کیجئے جس دن ایک پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ یہ جھکی ہوئی قبروں سے اس طرح نکل کھڑے ہوں گے کہ گویا وہ پھیلا ہوا ٹڈی دل ہے۔ پکارنے والے کی جانب دوڑتے ہوں گے اور کافر کہیں گے یہ دن تو بہت سخت ہے)۔

<sup>17</sup> پرویز، غلام احمد، معارف القرآن، ۴/۳

<sup>18</sup> القمر: ۸۲۱



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

واقعہ شق القمر کے حوالے سے قرآنی آیات کی بعد احادیث مبارکہ سے بھی توازن کے ساتھ منقول ہے چنانچہ امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

(حدثنا عبد ابن حميد ، حدثنا عبد الرزاق ، عن معمر ، عن قتادة : عن النبي قال سال اهل مكة النبي آية فانشق القمر بمكة مرتين ، فنزلت : اقتربت الساعة والنشق القمر الى قوله سحر سحر ن مستمر سورة القمر آية 1-2 ، يقول : ذاهب . قال ابو عيسى : هذا حديث حن صحيح)<sup>19</sup>

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے نبی اکرم سے نشانی (معجزے) کا مطالبہ کیا جس پر مکہ میں چاند دوبار دو ٹکڑے ہوا۔ اس پر آیت (اقتربت الساعة والنشق القمر) سے لیکر سحر سحر تک نازل ہوئی، راوی کہتے ہیں: سحر مستمر میں مستمر "کا مطلب ہے "ذاہب" (یعنی وہ جادو جو چلا آ رہا ہو)۔ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

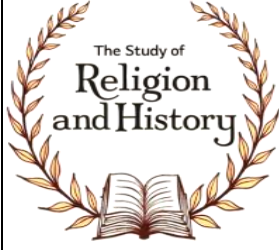
اسی طرح ترمذی کی ایک اور حدیث میں جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ نبی اکرم کے زمانہ میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر اور ایک ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر، ان لوگوں نے کہا کہ محمد نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ لیکن انہی میں سے بعض نے تردید کرتے ہوئے کہا کہ اگر انہوں نے ہم پر جادو کیا ہے تو باہر کے تمام لوگوں کو جادو کے زیر اثر نہیں لاسکتے۔ (کیونکہ باہر سے آنے والے لوگوں نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کی خبر دی تھی)۔<sup>20</sup> مندرجہ بالا آیات و احادیث واقعہ شق القمر کے حوالے سے ٹھوس اور واضح طور پر نصوص سے ثابت ہیں جس سے آنحضرت سے کفار نے معجزہ کا دکھلانے کا جو مطالبہ کیا تھا وہ آپ سے ظاہر ہوا۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا لیکن غلام احمد پر ویز معجزہ شق القمر کو دیگر معجزات کی طرح تسلیم نہیں کرتے اور وہ اس حوالے سے کہتے ہیں، آیات قرآنی کا مفہوم ان کے الفاظ میں واضح ہو۔

1. وہ انقلاب کی گھڑی (جس کا اتنے عرصے سے کہا جا رہا ہے) بالکل قریب آ پہنچی ہے اب ان مخالفین عرب کی قوت و شوکت ختم ہو جائے گی۔ اور ان کا پرچم (جس پر چاند کا نشان ہے) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔
2. اس آنے والے واقعے کی کئی علامات ان کے سامنے آچکی ہیں مگر ان کی سرکشی اور مدہوشی کی کیفیت یہ ہے کہ یہ ان پر سنجیدگی سے غور ہی نہیں کرتے بلکہ اٹے منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ سب وہی جھوٹے افسانے ہیں جنکو ہم ایک عرصے سے سنتے چلے آ رہے ہیں۔
3. یہ اس انقلاب کے حوالے سے ہر بات کو جھٹلاتے ہیں اور بدستور اپنے مفاد پرستوں کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ (اور جب ان سے ذرا زور سے کہا جائے۔ تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ جس تباہی سے متعلق یوں دھمکیاں دی جا رہی ہیں اسے لیکر کیوں نہیں آتے انکو یہ معلوم نہیں کہ) اعمال کے نتائج اپنے وقت پر محسوس صورت میں سامنے آتے ہیں۔<sup>21</sup>

<sup>19</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ، السنن، (ریاض: دار السلام ۱۴۱۰ھ) کتاب الفتن عن رسول اللہ باب ماجاء فی انشقاق القمر، ح: 3286

<sup>20</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ، السنن، کتاب الفتن، باب ماجاء فی انشقاق القمر، 7: 3285

<sup>21</sup> پرویز، غلام احمد، مفہوم القرآن، ص ۱۶۳۸



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

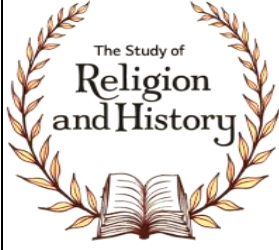
چنانچہ پرویز کے ان خرافات پر تبصرہ کرتے ہوئے حیدر علی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

(یہ تھا پرویز صاحب کا مفہوم۔ ظاہر ہے اسمیں گرائمر کے اصول و ضوابط، تراجم کے اسلوب، لسان العرب، سیاق و سباق وغرہ کا ذرا بھی لحاظ نہیں رکھا گیا۔ بلکہ یہ ان سب سے وراہ پرویز صاحب کی ذہنی اختراع ہے جسمیں چاند کے پھٹنے پر محمول کیا ہے جبکہ دوسری آیت کو مزید واضح کر رہی ہے کہ اگر وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ زور دار چلتا ہوا جادو ہے۔ پرچم کا پھٹنا تو جادو نہ تھا جبکہ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا وہی ہو سکتا ہے (ان لوگوں کی نظر میں) جبکہ وہ تو معجزہ خداوندی تھا) 22

جہاں تک معجزہ شق القمر کے حوالے سے عقلی دلائل کا تعلق ہے۔ تو یہ عملی طور پر بھی مسلمان کے ہاں ممکن الوقوع ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ زمین و آسمان اور جملہ کائنات کا خالق و مالک ہے اور وہ اجرام سماوی اور سیارگان فلک میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کر سکتا ہے۔ اللہ کا نبی ﷺ زمین پر اسی کا بھیجا ہوا۔ تبھی اسکی سچائی کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اس کو کائنات میں تصرف کا اختیار دے دیتا ہے اور چونکہ یہ اختیار اللہ کا دیا ہوتا ہے لہذا ایک مسلمان کے لئے اسمیں کسی قسم کے تردد کی بات نہیں اور نہ ہی اس معجز کے سے انکار کی کوئی وجہ ہے۔ البتہ غیر مسلموں کے ہاں اس حوالے سے ذہنی نا آسودگی، بے اطمینانی اور الجھن کا جو اظہار پایا جاتا ہے وہ الجھن یہ کہ تاریخ عالم میں اسکا تذکرہ نہیں ملتا اگر یہ وقوع پذیر ہوتا تو تاریخ اقوام عالم میں لیکن ضرور کہیں اسکا تذکرہ ملتا۔ لیکن اس اعتراض کی حیثیت فقط ایک مفروضہ سے زیادہ نہیں، تاریخ کی کتب میں نہ ہونا اسکے عدم وقوع کی دلیل نہیں، بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ جو تاریخ کے صفحات میں مندرج نہیں مگر ان کا وقوع سب کے ہاں مسلم ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ معجزہ رات کے وقت پیش آیا جبکہ زمین کے نصف کرے پر دن کا وقت تھا، دن جب طلوع ہوا تو دھوپ کی روشنی میں چاند ویسے بھی دکھائی نہیں دیتا، اسکا پہلا پہر تھا۔ کہیں آخری اور درمیان رات کے درمیانی اور آخری حصوں میں لوگ ویسے ہی سوئے ہوئے ہیں اور پہلے پہر میں اگر بیدار بھی ہو رہے ہوں تو ضروری نہیں کہ وہ آسمان کی جانب سے نظریں جمائے ہوئے ہوں گے بلکہ وہ کسی اور کام میں بھی مصروف ہو سکتے ہیں۔ دیکھنے یا یہ عمل بھی مستحق ہو سکتا ہے جب اس حیرت انگیز واقعہ کا قبل از وقت علم ہو کہ چاند دو ٹکڑے ہونے لگا ہے۔ لیکن وہاں تو ایسی کوئی صورت نہ تھی۔ نہ کوئی منتظر تھا اور یہ واقعہ بعد از وقوع چند لمحوں میں اختتام پذیر ہو گیا۔ چنانچہ ان حالات میں اگر کسی نے نہیں دیکھا، یا بہت کم لوگوں نے دیکھا تو اس سے انکار کا جواز نہیں نکلتا، کئی مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ چاند گرہن ہوتا ہے مگر لوگ اسے اپنی مصروفیات کے باعث نہیں دیکھتے اور اس سے بے خبر ہوتے ہیں۔

اسکے علاوہ تمام دیکھنے والے مصنف و مورخ بھی نہیں ہوتے بلکہ وہ فقط زبانی ہی تذکرہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی محافل میں یہ تذکرہ کیا، پھر



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

آہستہ آہستہ ذہنوں سے اوجھل ہو گیا۔ لہذا تبھی تاریخ میں تذکرہ نہ ہونا کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس طرح سابقہ کتب میں اس واقعے کا ذکر نہ آنے کا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اسلام کی مستند کتب احادیث اس واقعے کے تذکرے سے بھری ہیں۔ بلکہ محدثین کے ہاں تو ایسی احادیث کی تعداد حد تو اتر تک ہے جس میں اس مجرے کا ذکر ہے۔

عبداللہ چکڑالوی اور معجزات:

آپ میانوالی (پنجاب کے علاقے چکڑالہ میں 1915) میں پیدا ہوئے۔ اصل نام غلام نبی تھا لیکن نبی اور احادیث سے نفرت کے باعث اپنا نام غلام نبی سے تبدیل کر کے عبداللہ رکھ لیا۔ چنانچہ ڈاکٹر پروفیسر عبدالرؤف ظفر لکھتے ہیں:

(احادیث سے نفرت کی بناء پر اپنا نام عبداللہ بن سبا کی طرح عبداللہ رکھا۔ اُس نے اسلامیہ احادیث کا انکار کر کے (اپنا نام)

اہل قرآن رکھا اور مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرنے لگا۔ اپنے تمام ذخیرہ حدیث اور اقوال نبویؐ کو معاذ اللہ شیطانی

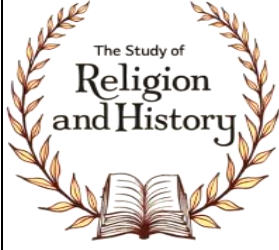
خیال کیا) <sup>23</sup>

ان کا تعلق ابتداءً اہل حدیث سے تھا مگر بعد میں اپنے لیے "اہل قرآن" کا لقب پسند کیا، آپ ایک الگ فرقہ "اہل القرآن" کے بانی ہیں جس کا تبلیغی مرکز لاہور میں ہے۔ عبداللہ چکڑالوی وہ پہلا شخص ہے جس نے احادیث نبویہؐ کا کھل کر انکار کیا اور انبیاء کی اطاعت کا تذکرہ زندگی بھر اس کو کھٹکتا رہا۔ تبھی "الرسول" سے مراد قرآن لیا۔

دہلی سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی وہاں سے لاہور میں منتقل ہوئے۔ لاہور میں چھ عرصہ حدیث کا درس دیتے رہے اور کچھ عرصے بعد اپنے درس میں صحیح بخاری کے لیے اصح الکتاب بعد کتاب الباری کی دلیل ذکر کر کے صحیح بخاری کے علاوہ احادیث کی دوسری کتاب کو مشکوک قرار دیا اور ایک عرصے تک بخاری کا درس جاری رکھے رہا۔ لیکن اضطراب طبع نے بخاری اور قرآن میں تقابل شروع کروا دیا۔ چنانچہ بعض احادیث کو آیات اللہ کے خلاف قرار دیکر اعلان کیا کہ قرآن کریم جب ایک مکمل کتاب ہے تو احادیث کی کیا ضرورت ہے؟ جہاں تک آپ کے عقائد و نظریات کا تعلق ہے تو آپ پہلے اہل حدیث اور مسیح سنت تھے بعد میں نہ صرف حجیت حدیث کے منکر بن گئے بلکہ اسے شرک فی الکتاب قرار دیا۔

چنانچہ انکار حدیث کی بناء پر آپ دوسرے منکرین حدیث کی طرح معجزات، شفاعت، عذاب قبر، ایصال ثواب اور تعدد ازدواج وغیرہ کے بھی قائل نہیں تھے۔ اور اسی طرح آپ نے عمومی طور پر مسلمان جس طریقے سے نماز ادا کرتے ہیں اسکو بھی قرآن کے خلاف تصور کرتے ہیں اور ان کے ہاں مسلمانوں نے اصل نماز کا طریقہ بدل ڈالا ہے۔

<sup>23</sup> ظفر، عبدالرؤف، پروفیسر، علوم الحدیث، ص ۸۰۱، نشریات لاہور، ۲۰۰۹



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

اسی طرح جناب رسول اکرمؐ کا سفر معراج جسکے حالت بیداری میں ہونے پر امت کا اتفاق ہے لیکن عبد اللہ چکڑالوی معراج نبویؐ کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

(رب العلمین نے آپ ﷺ کو بطور معجزہ سخت اندھیری رات میں صرف بحالت نیند، خواب ہی میں اس خاص زمین کی

سیر کروائی یعنی مسجد الحرام سے لیکر مسجد اقصیٰ بیت المقدس تک تمام مقامات کو ظاہر باہر طور پر پورا پورا دکھا دیا) 24

ان کی اس رائے اور موقف کے حوالے سے شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

(لغت کی کونسی کتاب میں یہ حوالہ ملتا ہے کہ اسراء کا لفظ خواب میں سیر کروانے پر ہی بولا جاتا ہے اور بیداری میں رات کی

سیر پر اسکا اطلاق نہیں ہوتا؟ اور نیز خواب کا یہ واقعہ کونسا تعجب خیز تھا جسکو اللہ تعالیٰ نے "سبحان" کے ساتھ شروع کیا ہے؟

اور یہ کہ لفظ "عبد" محض روح کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جسم اور روح دونوں کے لیے مستعمل نہیں ہے؟) 25

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات قرآن حکیم میں ذکر کیے گئے ہیں کہ وہ مٹی کے پرندے بنا کر انہیں پھونک مارتے تو وہ باذن اللہ پرندہ بن کر اڑنے

لگتے تھے، مادرزاد اندھوں کو باذن اللہ بینائی عطا کرتے تھے، مردوں کو زندہ کرتے تھے لیکن چکڑالوی کے ہاں اسکا مفہوم کچھ اور ہے جو کہ یہ ہے:

(جیسے چار مشہور شکاری پرندے باز، باشہ، چرخ، شاہین شکاری پرندے تعلیم و تربیت سے فرماں بردار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ نے

مردگان ایمان کو تعلیم و تربیت فرمائی اور وہ مطیع ہو گئے) 26

اسی طرح ابری الہا کہہ یعنی اللہ کے حکم سے اندھوں کو بینا کرنے کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ:

(جسمانی اندھے ہرگز ہرگز مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ رسل انبیاءؑ ڈاکٹر و طبیب جسمانی نہیں ہو کرتے بلکہ ایمانی اندھوں کو ہی

صحت یاب و شفا یاب کیا) 27

جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء موتی سے متعلق لکھتے ہیں کہ ہیں کہ:

(احیاء موتی سے جسمانی مردوں کا زندہ کرنا ہرگز ہرگز وہم و خیال تک نہیں ہو سکتا بلکہ خاص ایمانی مردوں ہی کا زندہ کرنا

مراد ہے) 28

چنانچہ چکڑالوی صاحب یہ لکھ کر تو چلے گئے مگر اس عقده کو حل نہ کیا کہ روحانی امراض کا علاج تو تمام انبیاء و رسل کرتے رہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ

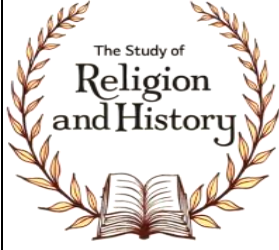
24 چکڑالوی، عبد اللہ، تفسیر ترجمۃ القرآن آیات الفرقان، پارہ ۱۵، ص ۱

25 صفدر، سرفراز خان، مولانا، انکار حدیث کے نتائج، ص ۴۴، مکتبہ گجرانوالہ 1998

26 چکڑالوی، ترجمۃ القرآن فی تفسیر القرآن، ص ۱۷۲

27 ایضاً: ص ۱۷۲

28 ایضاً: ص ۱۷۲



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

السلام کی تخصیص کی وجہ اس میں کیا ہوئی؟ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ معجزات حضرت عیسیٰ کے بیان ہوئے ہیں اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مذکور نہ ہوئے۔ اسی طرح اس کے علاوہ بھی چکڑالوی صاحب کی تحریفات کے حوالے سے مولانا سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

(نار ابراہیم سے فتنہ کی آگ مراد لی ہے اور داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح پڑھنے سے مراد یہ لی ہے کہ یا جبال سے پہاڑی لوگ مراد ہیں اور الطیر سے طیر نامی قوم مراد ہے۔ وادی تیبہ میں حضرت موسیٰ سے ان کی قوم نے پانی طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قلنا اضرب بعصاک الحجر۔ چکڑالوی صاحب نے اس سے یہ مراد لی ہے کہ آپ اپنی جماعت کو پہاڑ کی جانب لے جائیں۔ چنانچہ وہ پہنچے تو دیکھا کہ وہاں چشمے بہ رہے تھے۔ مگر یہ راز حل نہ کیا کہ جب اس قوم کو چالیس سال تک وادی تیبہ سے نکلتا ہی ممنوع تھا تو پھر پانی کے لیے پہاڑوں کی طرف جانے کا کیا سوال؟ مگر ان امور سے چکڑالوی صاحب اور ان کی جماعت کو کیا غرض؟ غرض ان کے نظریات تو اپنی جگہ اٹل اور محکم ہیں۔ اور یہ عقدہ بھی حل نہ کیا کہ فتنہ کی آگ تو تمام انبیاء کرام کے خلاف دشمنوں نے بھڑکائی تھی پھر قلنا ینار کو نبی برداوسلما، علی ابراہیم کی تخصیص کی وجہ کیا ہے؟ اور جب ان پر فتنہ کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی تھی تو لامحالہ لوگ ان کے دین کو قبول کر چکے ہوں گے (کیونکہ کفار تو کبھی کسی نبی سے مقابلہ کرنے سے نہیں ہارے) پھر حضرت ابراہیم کو انی ماجرا الی ربی کہہ کر عراق اور بابل کے علاقے سے ہجرت کر کے ملک شام جانے کی کیا ضرورت درپیش ہوئی۔ اور کیا پہاڑی لوگوں کی طرف فقط حضرت داؤد کی مبعوث ہو گئے تھے) 29

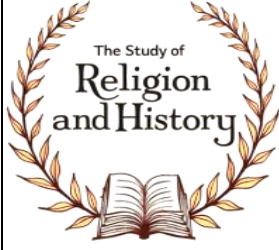
مندرجہ بالا تفصیلی بحث سے یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ عبد اللہ چکڑالوی جہاں احادیث مبارکہ کا انکار کرتے ہیں اور ان کو درست نہیں سمجھتے وہاں وہ قرآن و حدیث کے دیگر بہت سارے احکامات کا بھی سراسر انکار کرتے ہیں اور بالخصوص معجزات نبوی اور انبیاء بھی ان کے ہاں کوئی معنی رکھتے اور احادیث کو تو وہ سرے سے مانتے ہی نہیں البتہ قرآن کریم کے اندر بھی جہاں جہاں معجزات سے متعلق آیات و احکام ہیں وہ اعلانیہ طور پر ان سے تحریف کرتے ہیں۔

**حافظ اسلم بے راج پوری اور معجزات:**

ان کی پیدائش 1299ھ بمطابق 1881ء میں جیراج پور ضلع اعظم گڑھ یوپی انڈیا میں معروف اہل حدیث عالم مولانا سلامت اللہ کے ہاں ہوئی۔ تعلیمی مراحل سے فارغ ہونے کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی میں 1906 میں لیکچرار تعینات ہوئے، بعد ازاں جامعہ ملیہ دہلی میں تاریخ اسلام کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ آپ کی معروف تصانیف میں تاریخ القرآن، تاریخ امت، الورلہ فی الاسلام، تاریخ اسلام کا جائزہ، تعلیمات القرآن، لوادرات اور مقام حدیث شامل ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کراچی منتقل ہوئے مگر غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

(اس خطہ زمین کو اہل علم حضرات کی ضرورت نہیں تھی وہ انکو قبول نہیں کر سکی اور یوں عصر حاضر کا یہ جوہر گراں مایہ

29 صفدر سرفراز خان، مولانا، انکار حدیث کے نتائج، ص ۴۵



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

مراجعت فرمائے ہندوستان ہو گیا) 30

جے راج پوری بھی ان معروف لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے احادیث کا انکار کیا اور غلام احمد پر ویز نے بھی انہی کی فکر سے استفادہ کیا۔ انکی نگاہ میں حدیث کی اہمیت تاریخ سے کچھ زیادہ نہیں چنانچہ ان کے ہاں اگر کوئی بھی آدمی مجموعہ احادیث میں سے کسی حدیث کو قبول کرنا چاہے تو وہ اسکی مرضی و پسند پر منحصر ہے اور اگر کوئی رد کرنا چاہے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ حافظ اسلم ایوم اکملت لکم دینکم الح کی تفسیر میں احادیث پر ان الفاظ میں نقد کرتے ہیں:

”اس تکمیل کے بعد اب دین میں کیا کمی رہ گئی ہے جس کو روایتوں سے پورا کیا جائے۔ اسلیے روایات کی جگہ اپنی تاریخ کی الماری ہے ان سے علمی و تاریخی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں اور فقہ اسلامی یعنی قوانین و ضوابط کے استنباط میں کام لیا جاسکتا ہے۔ احادیث میں آنحضرتؐ کے اقوال، اعمال اور احوال جو بیان ہوئے ہیں اسی کو تاریخ کہا جاتا ہے۔ پینک قرآنی احکام مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ پر آپؐ نے جو عمل کیا اور امت کو بتلایا اور سلسلہ بہ سلسلہ جو تو اتر سے چلا آ رہا ہے وہ یقینی ہے کیونکہ تو اتر یقینیات کی اقسام میں داخل ہے

آنحضرتؐ کی اطاعت کے انکار پر جیراج پوری لکھتے ہیں:

(قرآن میں جہاں جہاں اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کا حکم موجود ہے اس سے مراد امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔ جب تک آپؐ امت میں موجود تھے ان کی اطاعت اللہ و رسولؐ کی اطاعت تھی اور آپؐ کے زندہ جانشینوں کی اطاعت اللہ اور رسولؐ کی اطاعت ہوگی اور اطاعت عربی میں میں کہتے ہیں زندہ کی فرمان برداری کو) 31

اسی طرح آنحضرتؐ کی معراج جسمانی کے حوالے سے آپؐ لکھتے ہیں:

(اگر آپؐ ہم سے پوچھیں تو ہم یقین رکھتے ہیں کہ عالم ملکوت کی سیر اور مادیات سے بالا تر جا کر خدائی نشانیوں کو دیکھنا جسمانی نہیں روحانی ہی ہو سکتا ہے) 32

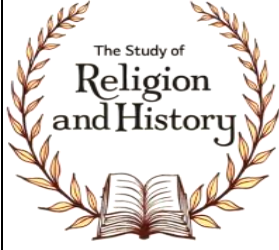
اسی طرح جے راج پوری نے سدرۃ المنتهی کا مفہوم یہ بیان کیا ہے:

(اور تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتهی جس کا ذکر قرآن میں معراج کے بیان میں ہے اس سے علم نبوت کی

30 پرویز، غلام احمد، علوم الحدیث، ص ۸۱۹ مطبوعہ مطبوعہ طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور

31 جے راج پوری، اسلم، حافظ، مقام حدیث ۱/۱۳۹، ادارہ طلوع اسلام لاہور ۱۹۶۵

32 جے راج پوری، اسلم، حافظ، لغادرات، ص ۷۱، ادارہ طلوع اسلام، کراچی ۱۹۵۶



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

انتہائی حد مراد ہے) 33

ان کے اس بیان کی تردید میں مولانا سرفراز خان صفدر کہتے ہیں:

(یہ بات خود زمانہ حال کے منکرین حدیث کو مسلم ہے کہ دور حاضر میں جو قرآنی بصیرت حافظ اسلم صاحب کو ہے وہ ان کی جماعت میں کسی کو بھی حاصل نہیں اور جناب پرویز صاحب وغیرہ تو صرف ان کے خوشہ چیں ہی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ وہ کون سی تاریخی کتب ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ حسی طور پر ساتویں آسمان پر مخصوص درخت نہیں بلکہ اس سے حقیقی طور پر مراد ہی علم نبوت کی انتہائی حد ہے؟ باقی ادیبانہ رنگ میں اور مجازی طور پر اسکا کوئی منکر نہیں ہے بحث صرف اس بات سے ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں معراج کے بیان میں جس سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر ہے، کیا وہ حسی طور پر ایک مخصوص درخت نہیں ہے؟ اور یقیناً ہے! مگر اسلم صاحب کو معراج جسمانی کے انکار کی کچھ ایسی لگن ہے کہ وہ سفر معراج میں واقع شدہ منزلوں اور ان کی حدود و تعریفات کو بھی بدلنے سے ہرگز نہیں چوکتے۔ تاکہ معراج جسمانی کے انکار کے تمام راستے ہموار کیے جاسکیں اور اس کے روحانی تسلیم کروانے میں کسی قسم کی کوئی دشواری ہی باقی نہ رہے۔ مگر یقین جانیے کہ ایسی بے سرو پابا توں سے کون متاثر ہوتا ہے؟ اور ان سے بھلا یہ جاندار مسئلے کب حل ہوتے ہیں) 34

اس کے بعد آپ کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے اسلم بے راج پوری لکھتے ہیں:

(یہی حال معجزات کا ہے۔ قرآن نے تصریح کے ساتھ کہا ہے کہ خاتم النبیین کو عقلی معجزہ قرآن حکیم دیا گیا، جسکو اہل بصیرت قیامت تک دیکھ سکتے ہیں۔ نہ کہ دیگر انبیاء کی طرح حسی معجزہ؟) 35

آگے مزید کہتے ہیں کہ:

(مگر ان صریح آیات کے ہوتے ہوئے بھی راویوں نے آنحضرت کے حسی معجزات کیر وایات کا انبار لگا دیا) 36

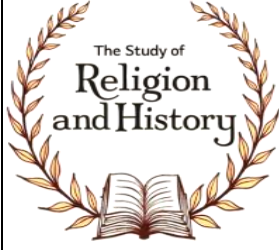
یوں ابتداءً انھوں نے احادیث کا انکار کیا پھر اسکے بعد آنحضرت کے سفر معراج کے جسمانی ہونے کی نفی کر کے اسکو روحانی قرار دیا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے حوالے سے بتلایا کہ خاتم النبیین کو عملی معجزہ قرآن کی صورت میں دیا گیا نہ کہ دیگر انبیاء ورسول کی طرح حسی معجزہ دیا گیا۔ اور پھر احادیث کے رواۃ کے حوالے سے یہ کہہ گئے کہ انھوں نے حضور کے حسی معجزات کا تسلسل قائم کر دیا۔

33 ایضاً

34 صفدر، سرفراز خان، مولانا، انکار حدیث کے نتائج، ص ۵۱، ۵۲

35 بے راج پوری، اسلم، حافظ، مقام حدیث ۱/۱۸۱

36 ایضاً: ۱/۱۸۱



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

### حافظ عنایت اللہ اثری اور معجزات:

علامہ عنایت اللہ اثری جنکی پیدائش ۱۳۰۰/۱۹۸۰ میں ہوئی۔ سرسید احمد خان کے افکار سے بہت متاثر تھے۔ خود کو اہل حدیث کہلوانا پسند کرتے تھے۔ آپ نے بھی سرسید احمد خان اور دیگر منکرین حدیث کی طرح معجزات انبیاء کا انکار کیا۔ انھوں نے امت کے اجماعی عقدہ کے برخلاف ”عیون زمزم فی ولادت عیسیٰ بن مریم“ نامی کتاب لکھ کر سیدنا عیسیٰ کے بغیر باپ کے پیدائش کی تردید کی جبکہ اس کے علاوہ دو کتب ”بیان المختار“ امر قول المختار“ لکھ کر تمام انبیاء کرام کے معجزات کا انکار کیا۔ ان کے اور دیگر انکار حدیث سے وابستہ فکر کے لوگوں میں فرق یہ ہے کہ وہ تمام لوگ پہلے حدیث کا انکار کرتے ہیں اور بعد میں قرآن کی من پسند تاویلات کرتے ہیں جبکہ حافظ عنایت اللہ اثری تاویلات کے ذریعہ پہلے قرآن پر رائے زنی کرتے ہیں اور اسکے بعد احادیث پر۔ اس لحاظ سے انھوں نے عام منکرین حدیث سے بڑھکر قرآنی تاویلات کو اختیار کیا ہے۔ حافظ عنایت اللہ اثری نے ”حصول تیسیر البیان علی اصول تفسیر القرآن“ کے نام سے ایک تاویلات سے بھرپور ایک تفسیر لکھی ہے جس میں انھوں نے دیگر باتوں کے علاوہ آنحضرت کے معجزہ معراج آسمانی سے انکار کیا ہے۔ اور رات کے کچھ حصہ میں مسجد الحرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ تک آپ کے سفر کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

”آنحضرت کو مسجد حرام سے (جو اسکی جائے سکونت ہے) اس مسجد کی جانب کسی نہ کسی رات روانہ کر دے گا اور“

اسرائی“ کا مطلب لے گیا کی بجائے“ لے جائے گا“ (روانہ کر دے گا) سے کیا ہے یعنی بجائے ماضی کے مستقبل میں لے جائے گا“<sup>37</sup>

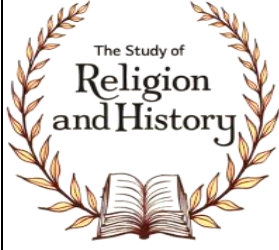
یہاں ذیل میں عنایت اللہ اثری کی مذکورہ تفسیر سے آپ کے معراج آسمانی کے حوالے سے سورہ بنی اسرائیل کیا بتدائی آیت {شِبْحِنَ الَّذِي اسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا} کے بارے میں ان کی بیان کردہ توضیح و تفسیر ملاحظہ ہو:

(اللہ رحمان و رحیم کا نام لیکر پڑھو۔ چرچا کرو اور وعدہ خلائفوں اور غلیظ پیشگوئیوں سے اسے خوب پاک اور صاف بیان کرو تا کہ وہ اپنے بندے (محمدؐ) کو مسجد حرام سے (جو کہ اسکی جائے سکونت ہے) اس مسجد کی جانب کسی نہ کسی رات روانہ کر دے گا۔ جو کہ یہاں سے بہت دور ہے۔ اور تبلیغ و اشاعت کی وجہ سے اسکے ارد گرد بہت سے سعید الفطرت لوگ مسلمان ہو کر اسلامی انوار و برکات سے متمتع ہو رہے ہیں اور حلقہ اسلام دن بدن وسیع ہوتا جا رہا ہے)<sup>38</sup>

یہ ہے حافظ عنایت اللہ اثری کی وہ تفسیر جو انہوں نے واقعہ معراج کے حوالے سے بیان کی جو کہ تمام قدیم و جدید اور جمہور مفسرین سے ہٹ کر ہے اور جہاں وہ تفسیر بغیر کسی روایت و نقل کے بیان کرتے ہیں وہاں وہ صرفی و نحوی اعتبار سے بھی اصول و ضوابط سے ہٹ کر ترجمہ تفسیر بیان کرتے ہیں جو کہ خالصتاً ان کی ذاتی اختراع و تاویل ہے۔

<sup>37</sup> اثری، عنایت اللہ، طلوع اسلام، ص ۴۲، ۴۳، ماہ جنوری ۱۹۷۵

<sup>38</sup> اثری، عنایت اللہ، حصول تیسیر البیان علی اصول تغیر القرآن، ص ۱۱۳، ۱۱۱، طلوع اسلام لاہور، ۱۹۷۶



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

اسی طرح ”اسراء نبوی“ کے حوالے سے مزید لکھے ہیں کہ:

(ابتدائی آیت کریمہ پر کتب تفسیر میں عموماً اس اسراء نبوی کو بیان کیا گیا ہے جس کا موضوع اور صحیح احادیث میں بصریح ذکر ہے اور بعض ائمہ صحاح نے بھی اسی آیت کریمہ کو عنوان بنا کر ان احادیث کو بیان فرمایا ہے مگر متون حدیث میں آیت کریمہ کا کوئی ذکر نہیں کہ آپ نے اپنا اسراء بیان فرماتے ہوئے اس آیت کریمہ کا ذکر فرمایا اور کسی روایت میں اس آیت کریمہ کا وہ شان نزول بھی مروی نہیں جس کا اسراء کی احادیث میں ذکر ہے اور جو کتب زائد میں قتادہ اور زر بن حبیش سے منقولاً اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ ابن عباس اور ابو ہریرہ سے موقوفاً اور ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے مرفوعاً اسی آیت کریمہ کا ذکر مروی ہے۔ تو وہ محدثانہ طریق پر سخت مخدوش ہونے پر بھی مسترد نہیں کہ وہ قرآنی الفاظ کے اطلاق اور تناسب پر محمول ہے۔ اسکے علاوہ اسراء کی جن احادیث میں آپ کے ذہاب کا تذکرہ ہے انہیں آپ کے ایاب کی بھی تصریح ہے۔ مگر آیت کریمہ میں جس اسراء کا ذکر ہے اسمیں واپسی کا کوئی ذکر کیا بلکہ اشارہ تک بھی موجود نہیں)<sup>39</sup>

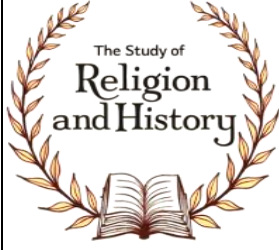
مندرجہ بالا اقتباس میں ایک تو حافظ عنایت اللہ اثری معراج سے متعلق تمام احادیث کو جو چاہے صحیح ہوں یا موضوع تسلیم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جبکہ دوسری جانب وہ ان احادیث کو سورہ بنی اسرائیل کی آیات کی تفسیر تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احادیث کے متون میں اس آیت کا کوئی ذکر نہیں کہ جسمیں آپ نے اسراء کو بیان کرتے ہوئے اس آیت کا ذکر کیا ہو حالانکہ یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ اور انہوں نے اس آیت کریمہ کے شان نزول کے حوالے سے بھی یہ کہہ دیا کہ وہ مروی نہیں اور اسکا اسراء کی احادیث میں ذکر نہیں جبکہ بہت سے جلیل القدر صحابہ سے جو روایات اس حوالے سے منقول ہیں ایک طرف ان کا بھی ذکر کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف ان روایات اور اسراء و معراج کا انکار بھی کرتے ہیں یہ ان کا ذاتی منطقی انداز ہے جو کہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

جاوید احمد غامدی اور معجزات نبوی:

تعارف و خدمات:

آپ کی پیدائش 18 اپریل 1951ء کو ساہیوال (پنجاب) کے ایک گاؤں جیون شاہ میں ہوئی۔ انہوں نے اپنے استاد مولانا امین احسن اصلاحی سے اکتساب فیض کیا جبکہ ان کے دیگر اساتذہ کرام میں سے مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا ابوالخیر مودودی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عطاء اللہ حنیف، ڈاکٹر سید عبد اللہ اور مولانا سید ابوالد علی مودودی شامل ہیں۔ ان کی علمی تصنیفات میں سے قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر ہے جو البیان کے نام سے 5 جلدوں میں ہے۔ اسی طرح ان کی ایک معروف کتاب میزان کے نام سے ہے جو کہ دین کی تفہیم و تمییز پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ان کے تنقیدی مضامین پر ایک

<sup>39</sup> اثری، عنایت اللہ، حصول تیسیر البیان علی اصول تفسیر القرآن، ص 113



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

مجموعہ "برہان" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جبکہ دینی و علمی اور قومی موضوعات پر دینی متفرق تحریروں پر مشتمل ان کی کتاب "مقامات" کے نام سے موجود ہے۔ اسی طرح 1985ء میں انہوں نے غامدی افکار و نظریات پر مشتمل ماہنامہ اشراق کا باقاعدہ آغاز کیا جو کہ ابھی تک باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے اور اسکے متعین سلسلہ جات میں قرآنیات، معارف نبوی، دین و دانش، نقد و نظر، نقطہ نظر، حالات و قائل، تبصرہ کتب شامل ہیں۔ اسی طرح انگریزی زبان میں ان کی افکار و نظریات کی ترجمانی کے (Monthly Renaissance) کا 1991ء سے آغاز ہوا جو کہ تاہنوز جاری و ساری ہے اور اسکے معروف سلسلہ جات یہ ہیں:

*Editorial- Quranic Exegesis, Reflections, Boo Queries, Selection, New and Views, Dialogue, Islamic Law, Scriptures.*

اسی طرح 1951ء میں "ادارہ علم و تحقیق" کے نام سے اسلامی علوم سے متعلق علمی و تحقیقی کام اور اس کی نشر و اشاعت اور عوام الناس کی دینی تربیت کے اہداف پر مشتمل کثیر المقاصد ادارے کی بنیاد رکھی۔ جاوید احمد غامدی نے بیسویں صدی سے اپنے علمی سفر کا آغاز کیا۔ بائیس سال کی عرصے میں آپ تصوف کی طرف مائل ہو گئے اور اپنے شیخ سے بے پناہ تعلق قائم رہا۔ چنانچہ مرتے دم تک اپنے استاد سے تعلق میں کبھی دوری نہیں آنے دی۔ ان سے علمی مباحثہ کا سلسلہ چلتا رہا جو کبھی کبھار مناظرہ تک بھی چلا جاتا مگر اپنے اور استاد کے مابین کبھی کوئی خلیج نہیں آنے دی۔ جہاں تک جاوید احمد غامدی کے افکار و نظریات کی بات ہے تو وہ قرآن و سنت میں فرق کے ساتھ ساتھ حدیث و سنت میں بھی فرق کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں سنت کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

(سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے اللہ کے نبی نے اسکی تجدید و اصلاح کے بعد اور اسمیں بعض

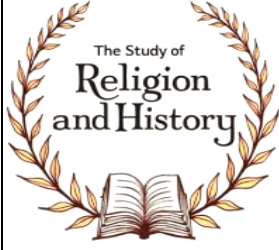
اضافوں کے ساتھ اپنے زمانے والوں میں دینی حیثیت سے جاری فرمایا ہے)<sup>40</sup>

جبکہ جمہور کے ہاں یہ تعریف درست نہیں ہے اور ان کی یہ تعریف محدثین و اہل علم کی تعریف کے برعکس ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کے لیے جو انبیاء و رسول بھیجے ان کو وحی لفظی اور معنوی طریقے پر بھیجی گئی چنانچہ لفظی وحی (وحی متلو) سے مراد قرآن کریم جبکہ معنوی وحی (غیر متلو وحی) سے مراد سنت ہے۔

چنانچہ اسی انداز سے غامدی صاحب نے مختلف مواقع پر قرآن و حدیث میں اپنی تعبیرات، توضیحات پیش کی ہیں جو کہ جمہور اہل علم سے ہٹ کر ہیں۔ اور ان کے بہت سے نظریات قرآن و حدیث کی صریح نصوص کے خلاف ہیں جنہیں سے چند ایک یہ ہیں۔ یہ کہ جاوید احمد غامدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ موقف رکھتے ہیں کہ انکی وفات ہو چکی ہے۔<sup>41</sup> اسی طرح امام مہدی کی آمد کے حوالے سے امت کے متفقہ عقیدے اور قرآن و

<sup>40</sup> غامدی، جاوید احمد، المیزان، ص 14، المورد، لاہور 2009

<sup>41</sup> غامدی، جاوید احمد المیزان، علامات قیامت، ص 1780



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

حدیث کے برخلاف ان کا موقف یہ ہے کہ:

(قیامت کے قریب کوئی مہدی نہیں آئے گا)<sup>42</sup>

اسی طرح حدیث کی شرعی حیثیت کا انکار کرتے ہوئے ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں کہ:

(احادیث سے دین میں کسی عمل یا عقیدے کا اضافہ قطعاً نہیں ہو سکتا)<sup>43</sup>

اسی طرح سنت کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں کہ:

(سنت صرف دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی اکرمؐ نے دین کی حیثیت سے جاری فرمایا اور یہ قرآن سے مقدم ہے۔

اگر کہیں قرآن کا ٹکراؤ یہود و نصاریٰ کے فکر و عمل سے ہو تو قرآن کریم کی بجائے یہود و نصاریٰ کے متواثر عمل کو ترجیح دی

جائے گی)<sup>44</sup>

اسی طرح رجم اور شراب نوشی کی سزا کے حوالے سے جناب غامدی کا موقف یہ ہے کہ:

(رجم اور شراب نوشی کی شرعی سزا احد نہیں)<sup>45</sup>

اسکے علاوہ مرتد کی شرعی سزا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

(مرتد کی شرعی سزا نبی اکرمؐ کے زمانے کے ساتھ مخصوص تھی)<sup>46</sup>

جبکہ فساد فی الارض اور قتل نفس کی سزاؤں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

(اسلام میں فساد فی الارض اور قتل نفس کے علاوہ کسی بھی مجرم کی سزا قتل نہیں ہو سکتی ہے)<sup>47</sup>

اسی طرح جمہور اہل علم کے ہاں جیسے قرآن و سنت کی نصوص سے استدلال کرتے وقت سلف صالحین کے معروف طریقہ کار یعنی ان کے متفقہ اصول

تفسیر و اصول فقہ سے ہٹ کر چلنا درست نہیں ہے لیکن جناب غامدی کی تحقیقات کا عمومی انداز ایسا ہی ہوتا ہے۔

اسی طرح جیسے جمہور اہل علم قرآن و سنت کی کسی نص کے مفہوم پر صحابہ اور مابعد کے زمانوں کے اجماع کو حجت سمجھتے ہیں اور اسکے خلاف رائے دہی کو

غلط سمجھتے ہیں مگر غامدی صاحب کے ہاں صحابہ اور تمام امت خطا پر اٹھی ہو سکتی ہے اور یہ بات بھی ممکن ہے کہ گزشتہ چودہ سو سال میں کوئی شرعی مسئلہ

<sup>42</sup> غامدی، جاوید احمد المیزان، علامات قیامت، ص 177

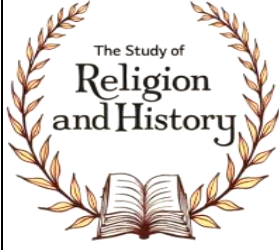
<sup>43</sup> غامدی، المیزان، ص 15

<sup>44</sup> غامدی، المیزان، ص 14

<sup>45</sup> غامدی، جاوید احمد، برہان، ص 35 تا 40، مطبوعہ المورد لاہور 2009

<sup>46</sup> غامدی، جاوید احمد، ماہنامہ اشراق، اگست 2008، ص 95

<sup>47</sup> غامدی، برہان، ص 136



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

کسی صحابی رسول، تابعی مافقیہ کو سمجھ نہ آیا ہو اور پہلی مرتبہ انہیں یا ان کے استاد و امام پر مشکف ہو اہو۔ چنانچہ اس اصول کے تحت وہ بہت سے اجتماعی موقوفات کے برخلاف اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی مسئلے کی دلیل حدیث کو بنایا جائے تو غامدی صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث سے مستقل بالذات دین ثابت نہیں ہوتا جبکہ جمہور اہل علم اور ائمہ کرام کے ہاں قرآن کریم کے ساتھ ساتھ احادیث سے بھی مستقل طور پر کوئی حکم ثابت ہوتا ہے۔ لیکن غامدی صاحب یہ تو مانتے ہیں کہ قرآن کریم کے بغیر بھی وحی نازل ہوئی ہے لیکن وہ حدیث کو وحی کی حیثیت دینے سے انکار کرتے ہیں یعنی بالفاظ دیگر وہ حدیث کو ایک طرف حجت تو کہتے ہیں مگر اسکو وحی نہیں مانتے۔

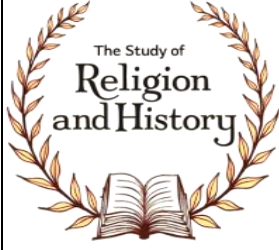
جس طرح اوپر ذکر کیا گیا کہ اسلام کے بنیادی مصدر شریعت قرآن و سنت ہیں لیکن غامدی صاحب کے ہاں سنت سے مراد سنت رسول نہیں بلکہ سنت ابراہیمی ہے۔ یعنی دین کی وہ روایت جو حضرت ابراہیمؑ سے جاری ہوئی اور اسی طرح غامدی صاحب کے ہاں کتاب سے مراد فقط قرآن کریم نہیں ہے بلکہ کتاب الہی ہے جو کہ تورات، زبور، انجیل اور صحف ابراہیم کو شامل ہے۔ اسی طرح جمہور اہل سنت کے ہاں عقل و فطرت سے شریعت کا کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف حکم خداوندی یا سنت سے ثابت ہوتی ہے مگر غامدی صاحب عقل و فطرت سے حلال و حرام، ادا و نواہی اور جائز و ناجائز کی ایک طویل فہرست پر مبنی مسائل کو ثابت کرتے ہیں۔ اسی طرح جمہور اہل سنت قرآن و سنت کے ثبوت کا بنیادی ذریعہ قطعی و ظنی خبر کو مانتے ہیں جبکہ غامدی صاحب کے نزدیک قرآن و سنت کے ثبوت کا بنیادی ذریعہ اجماع صحابہ اور قولی و عملی تواتر ہے۔ اسی طرح علمائے اصول فقہ کے ہاں قرآن کی کسی آیت کی حدیث کے ذریعے تخصیص و تقیید اور اضافہ جائز ہے جبکہ غامدی صاحب کے ہاں حدیث نہ تو قرآن کی کسی آیت کی تخصیص کر سکتی ہے اور نہ ہی اضافہ۔<sup>48</sup>

### معجزات کے حوالے سے جاوید احمد غامدی کا موقف:

معجزات کے حوالے سے جاوید احمد غامدی کے ہاں نبی کی شخصیت انسانیت کا مظہر اتم اور اسکی دعوت انسانی فطرت کے مطابق ہوئی ہے۔ وہ لوگوں سے جو کچھ بھی کہتا ہے وہ عقل و بصیرت کا آخری معیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی چیزوں کی نشاندہی کرتا ہے جن سے انسان غفلت یا نسیان اختیار کرتا ہے۔ نبی کی نبوت کے پیچھے چونکہ اخذ و الکتاب کا پہلو نہیں ہوتا لہذا اسکی پہچان سے کسی سلیم الفطرت شخص کو کوئی مشکل نہیں پیش آئی۔ چنانچہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ ایسے بنات عطا فرماتے ہیں کہ معاندین اگرچہ زبانی طور پر تسلیم نہ بھی کریں مگر انکی صداقت پر یقین کے سوا ان کے لیے کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہتا۔ بین اتہر نبی کو حالات و زمانہ کے اعتبار سے دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

”نبی کو اللہ تعالیٰ معجزات و خوارق عطا فرماتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کو جو غیر معمولی معجزات دیئے گئے ان کے بارے میں خود قرآن کریم نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ وہ جن چیزوں پر دلالت کے لیے دیئے گئے ہیں ان میں

<sup>48</sup> محمد زبیر، ڈاکٹر، فلک غامدی ایک تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ، ص 19-18، مکتبہ رحمتہ للعالمین لاہور 2007



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

سے ایک ان انبیاء کی رسالت بھی تھی۔ چنانچہ عصائے موسیٰ اور ید بیضا کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ:

{قَدْ لَيْكَ بَرَهَانٍ مِنْ رَبِّكَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِكَةٍ إِلَيْهِمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ} <sup>49</sup>

(پس یہ دونوں واضح نشانیاں ہیں فرعون اور اسکے سرداروں کے پاس جانے کے لیے۔ اس بات میں شبہ نہیں کہ وہ

نافرمان لوگ ہیں)

ان معجزات کو کوئی بندہ سحر و ساحریا علم و فن کا کمال کہہ کر رد نہیں کر سکتا کیونکہ اس طرح کے علوم و فنون کی حقیقت اسکے ماہرین سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا اور وہ بھی اسکے سامنے عجز سے اعتراف پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ <sup>50</sup>

غامدی صاحب کا مزید کہنا ہے کہ جناب رسول اکرمؐ کو جو معجزہ اس حیثیت سے دیا گیا وہ قرآن کریم ہے۔ عربی زبان کے بعد اس بلاغت اور علم و ادب کی روایت سے واقف ادبی ذوق کے حامل لوگ جب اسکی تلاوت کرتے ہیں تو یہ صاف محسوس کرتے ہیں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اسکی کے مثل پیش کر سکتا ہے۔ اسی طرح واقعہ معراج کے حوالے سے جناب غامدی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

{وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي آرْتَبِكُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ} <sup>51</sup>

(اور ہم نے جو نظارہ آپؐ کو دکھایا تھا اسکو ہم نے (کافر) لوگوں کے لیے اس ایک فتنہ بنا دیا)

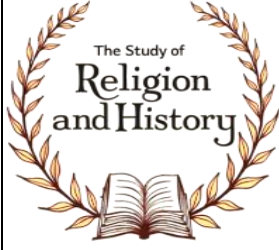
یہاں وہ واقعہ معراج کے لیے الرویا کے لفظ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کا معنی خواب ہوتا ہے اور قرآنی بیان کی روشنی میں ہم مجبور ہیں کہ اس واقعے کو بھی خواب ہی کے معنی میں لیا جائے۔ تاہم اتنی بات ذہن نشین رہے کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے اور اسمیں جو حقائق بیان کیے جاتے ہیں وہ دن کی روشنی میں اور سر کی آنکھوں سے دیکھے جانے والے حقائق سے زیادہ سچے ہوتے ہیں۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ قرآن نے جب اس واقعے کی تفصیلات میں دیکھنے، دکھانے، لے جانے اور کسی خاص جگہ پر موجود ہونے کے جو الفاظ بیان کیے ہیں وہ بلاشک و شبہ حقائق کا بیان ہیں۔ <sup>52</sup> مذکورہ بالا آیت کریمہ سے غامدی صاحب نے لفظ الرویا سے استدلال کرتے ہوئے معراج کو خواب پر محمول کیا ہے جبکہ یہ واقعہ جمہور مفسرین کے ہاں عالم خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں پیش آیا تھا۔ چنانچہ علامہ سہیلی نے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے کہ آیا معراج کا واقعہ عالم بیداری میں پیش آیا یا خواب میں۔ اس حوالے سے انھوں نے اہل علم کے تین طائفوں کے اقوال نقل کئے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ طائفہ اولیٰ جسمیں ابن اسحاق نے حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ کا قول ذکر کیا ہے کہ یہ ایک سچا خواب تھا اور اس شب حضورؐ کا جسم اطہر مفقود نہیں ہوا تھا بلکہ فقط آپؐ کی روح کو سیر کروائی گئی تھی۔ اور ان کا استدلال مذکورہ بالا اسی آیت {وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي آرْتَبِكُمْ} سے ہے جس سے جناب غامدی نے استدلال کیا ہے۔ ان کے ہاں روایا سے مراد

49، القصد: ۳۲

50 غامدی، جاوید احمد، میزان، ص 129، المورد ادار علم و تحقیق لاہور 2010

51 بنی اسرائیل: ۶۰

52 غامدی، جاوید احمد، میزان، ص 188



## THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: [3006-3329](#)  
ISSN E: [3006-3337](#)

صرف وہ خواب ہے جو بلند میں نظر آئے اور انہوں سے انے اس پر حدیث سے مزید استدلال بھی پیش کیا ہے۔ اسی طرح خائفہ ثانیہ سے مراد وہ علماء ہیں کہ جن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ معراج عالم بیداری میں ہوئی اور وہ کہتے ہیں کہ کبھی کبھی "رویاء" عالم بیداری میں بھی دیکھنے کو کہا جاتا ہے اور ان کا استشہاد اس عربی شعر سے ہے۔ (وکبر للرویا وهش فواده وبشر قلبا کان جما بلالہ) (اس نے اس منظر کو دیکھ کر تکبیر کہی۔ اس کا دل خوش ہو گیا۔ اس نے اپنے دل کو بشارت دی۔ وہ پہلے مختلف وسوس کی آماجگاہ تھا) چنانچہ ان علماء کے نزدیک مذکورہ دلیل قرآنی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سیر عالم بیداری میں تھی۔ اور اگر یہ نیند میں خواب ہوتا تو لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہوتے اور بہت سے لوگوں کے اقدام ڈگمگانہ جاتے۔ بہر کیف جمہور اہل علم نے اسی قول کو اختیار کیا اور ترجیح دی کہ واقعہ معراج حالت بیداری میں حضورؐ کے جسم اطہر کے ساتھ پیش آیا۔

### نتائج بحث

1. منصب رسالت وہی منصب ہے نہ کہ کسی اور اللہ رب العزت اپنی چاہت کے مطابق برگزیدہ بندوں کو اس اعلیٰ مقام و منصب سے سرفراز فرماتے ہیں۔
2. انبیاء کرام کے ہاتھوں پر صادر ہونے والے وہ واقعات جو خوارق عادت ہوں معجزہ کہلاتے ہیں۔ معجزہ اسباب طبعیہ سے ہٹ کر خالصتاً مشیت الہی سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ معجزے کا صدور نبی پر جبکہ سحر کا جادو گروں کا شیطانی عمل ہوتا ہے۔
3. قرآن و حدیث میں انبیاء نزول وحی سے پہلے بھی معصومین اور واجب العصمتہ تھے اور رسول بھی وحی سے قبل رسول ہی تھے اور نبی اور مامون تھے ایسے ہی وفات کے بعد بھی وہ رسول ہی ہوں گے۔
4. عصر حاضر میں بہت سے لوگ جو مسلمان ہیں اس لحاظ سے معجزات کے منکر ہیں کہ چونکہ یہ معجزہ قدرتی قانون کے مخالف ہے لہذا یہ ناممکن الوقوع ہے۔ وہ معجزے کے اقرار کو عجب پرستی کے سوا کچھ نہیں سمجھتے جبکہ معجزے کا انکار دراصل قدرت خداوندی کا انکار ہے۔
5. سرسید احمد خان، غلام احمد پرویز، عبداللہ چکڑالوی، اسلم جے راج پوری، عنایت اللہ اثری اور جاوید احمد غامدی نے اپنے اپنے انداز سے معجزات کے حوالے سے موقف اختیار کرتے ہوئے بعض نے مکمل طور پر انکار کیا جبکہ بعض نے معجزات کی تعبیر و تشریح قرآن و سنت کے مفہوم کے برخلاف اپنی عقل و قیاس اور منطق کو استعمال کرتے ہوئے قائم کی۔